رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ط

ایڈیٹر قاسم علی احمدی۔

فاروق

قادیان

ہفت روزہ

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۲۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۲ ربیع الاوّل ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۳۷ء | نمبر ۶

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

(۱) سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ سندھ میں تشریف رکھتے ہیں۔ آمدہ اطلاعات سے معلوم ہُوا ہے۔ کہ حضور کی ۷ مئی کو طبیعت ناساز رہی۔ جسم میں درد اور بخار کی حرارت رہی۔ احباب دعائے صحت کریں۔

(۲) حضرت ام المؤمنین مدظلہا کو ہفتہ زیر اشاعت میں سر درد کی شکایت رہی۔ اور چکر آتے ہیں۔ احباب دعائے صحت فرمائیں۔

(۳) ۱۳ مئی ملک معظم کی جشن تاجپوشی کی تقریب پر صدر انجمن کے تمام دفاتر اور سکولوں میں تعطیل کی گئی۔ اور غربا کو کھانا کھلایا گیا۔ بچوں کو مٹھائی تقسیم کی گئی۔ جلوس نکالا گیا۔ رات کو روشنی کی گئی۔ اور تقریریں ہوئیں۔ اور مجلس مشاعرہ منعقد ہوئی۔ مختلف کھیل دن میں ہوتے رہے اور انعامات تقسیم ہوئے۔ شہنشاہ معظم کی خدمت میں جماعت احمدیہ کی طرف سے بوساطت ناظر صاحب امور عامہ وفادارانہ مبارکباد کا تار ارسال کیا گیا ہے۔

اکسیر حیات

امرت بوٹی

امرت بوٹی ہر شخص کے لئے ایک نئی زندگی اور نئی طاقت و کامیابی کا زندہ پیغام ہے۔ بیرسٹروں۔ ججوں۔ وکیلوں۔ طالب علموں۔ کلرکوں کے لئے حیات بخش ہے۔ غلط کار نوجوانوں جریان۔ کثرت احتلام۔ کمی باہ کا تریاق ہے بے زبان عورتوں کی بے قاعدگی ایام ماہواری۔ سفید رطوبت۔ بے اولادی کے لئے اکسیر اعظم ہے۔ تازہ خون پیدا کرنا اور جسم کا وزن بڑھا دینا اس کا ادنےٰ کرشمہ ہے۔ ہر موسم میں ہر عمر والے انسان کے لئے کامیاب ہے۔ قیمت ۵۰ گولی عہ۔

نیشنل احمدیہ یونان فارمیسی جالندھر چھاؤنی (پنجاب)

تندرستی

تندرست دانتوں اور مضبوط مسوڑوں پر منحصر ہے

پائیرس ٹوتھ پوڈر ۱

دانتوں کو مضبوط کرتا ہے۔ اگر وہ جگہ نہ چھوڑ چکے ہوں۔ ان کو اپنی جگہ پر جما دیتا ہے۔ منہ سے بدبو آنے کو روکتا ہے۔ پائیریا کے جراثیم اس سے مرجاتے ہیں۔ سرد گرم پانی اگر دانتوں میں درد کرتا ہو۔ تو اس سے آرام آجاتا ہے۔

پائیرس پوڈر ۲

دانتوں کو موتیوں کی طرح چمکا دیتا ہے۔ خوشبودار ہے۔ دانتوں کی میل کو کاٹ کر مضبوط کرتا ہے۔

قیمت ہر دو پوڈر بارہ آنے

نیشنل احمدیہ یونان فارمیسی جالندھر چھاؤنی (پنجاب)

تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ۳۷ لڑکوں نے انٹرنس کا امتحان دیا۔ جن میں سے ۲۹ پاس ہوئے۔ پانچ فسٹ ڈویژن میں۔ اور ۲۱ سیکنڈ ڈویژن میں ۳ تھرڈ ڈویژن میں۔

اور نصرت گرلز ہائی سکول قادیان سے پانچ اور پرائیویٹ طور پر ۳ طالبات نے انٹرنس کا امتحان دیا۔ اول الذکر میں سے چار اور آخر الذکر میں سے دو شاندار کامیابی سے پاس ہوئی ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ثنائی مشن

مرزا سلطان محمد آف پٹی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری

(از چودھری محمد شریف صاحب مولوی فاضل قادیانی)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم الشان پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی محمدی بیگم کے متعلق تھی۔ جس کے ذریعہ تمام اہل اسلام پر حجت تمام ہوئی۔ مگر اس گروہ کے متعلق کیا کہا جائے۔ جو دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتا۔ اور سنتے ہوئے نہیں سنتا۔ اور لھم قلوب لا یفقھون بھا۔ ولھم اذان لا یسمعون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا کا مصداق بن رہا ہے۔

اس گروہ میں سے اوّل نمبر پر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ہیں۔ جو ہمیشہ اس پیشگوئی کی تکذیب کے لئے اپنے اہل حدیث میں تکیں ہانکتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اہل حدیث ۲۹ جنوری ۱۹۳۷ء اور ۵ فروری میں بھی اس پیشگوئی پر جناب مولوی صاحب کی طرف سے دو بے معنی اعتراضات کئے گئے ہیں۔ اوّل یہ کہ یہ تقدیر مبرم تھی۔ جو ٹل گئی۔ اس لئے سلطان محمدؐ کے خوف کے کیا معنی؟ دوم یہ کہ اگر سلطان محمد ڈر گیا تھا۔ تو پھر حضرت اقدس نے انجام آتھم ص۳۱ پر یہ کیوں تحریر فرمایا۔ کہ نفس پیشگوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے۔ اسکی انتظار کرو۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشگوئی پوری نہ ہوگی۔ اور میری موت آجائے گی"۔

الجواب - مولوی صاحب! بے شک یہ تقدیر مبرم تھی۔ مگر باوجود تقدیر مبرم کے یہ مرزا سلطان محمدؐ کے خوف اور رجوع سے ٹل گئی۔ اور سلطان محمدؐ کی موت واقع نہ ہوئی۔ پس اب ہم میں اور آپ میں تنازع یہ ہے۔ کہ کیا تقدیر مبرم ٹل سکتی ہے یا نہیں۔ آپ میدان میں نکلیں۔ ہم ثابت کردیں گے۔ کہ تقدیر مبرم ٹل سکتی ہے

آپ نے اس کے متعلق یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ کہ حقیقۃ الوحی میں حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ تقدیر مبرم وہ قطعی فیصلہ ہے۔ جو اٹل ہو۔ بے شک یہ درست ہے۔ کہ تقدیر مبرم اٹل ہوتی ہے۔ مگر اس سے وہ تقدیر مبرم مراد ہے جو اللہ تعالےٰ کے علم میں تقدیر مبرم ہو۔ نہ وہ جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک تو تقدیر معلق ہو۔ اور بندوں کے علم میں تقدیر مبرم ہو۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر آنے والا عذاب تقدیر مبرم کے طور پر ظاہر کیا گیا تھا۔ جس میں کوئی بھی شرط نہ تھی۔ مگر درحقیقت اللہ تعالےٰ کے علم میں تقدیر معلق تھا۔ اگر وہ عذاب حضرت یونسؑ کے خیال میں تقدیر مبرم ہوتا۔ تو پھر حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کو کیوں چھوڑ کر چلے جاتے۔

پس معلوم ہوا۔ کہ وہ تقدیر بھی جو تقدیر مبرم کے طور پر ظاہر کی گئی ہو۔ لیکن درحقیقت تقدیر معلق ہو۔ وہ ٹل سکتی ہے۔ جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا۔ مگر سلطان محمدؐ کی موت اور احمد بیگ کی موت تو تقدیر مبرم ایسی نہ تھی۔ جو معلق نہ ہو۔ کیونکہ توبہ کی شرط جیسا کہ الہام توبی توبی فان البلاء علیٰ عقبک میں مذکور ہے۔ صاف ظاہر کر رہی ہے۔ کہ یہ تقدیر اللہ تعالےٰ کے علم میں مبرم نہ تھی۔ بلکہ توبہ کے ساتھ معلق تھی۔

دوسری بات جو آپ نے پیش کی ہے۔ وہ اس بات کا صاف ثبوت ہے۔ کہ یہ تقدیر مبرم معلق تھی۔ ورنہ حضور یہ کیوں تحریر فرماتے۔ کیونکہ مبرم کے لحاظ سے تو ضروری تھا۔ کہ اسکی موت تاریخ مقررہ پر ہو جاتی۔ مگر حضور فرماتے ہیں:۔

"سو اگر جلدی کرنا ہے۔ تو اٹھو۔ اور احمد بیگ کے داماد سلطان محمدؐ۔ کو تکذیب کا اشتہار دلاؤ"۔ انجام آتھم حاشیہ ص۳۲۔

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ تقدیر معلق مبرم بہ تکذیب تھی۔ اگر مبرم بہ تکذیب نہ ہوتی۔ تو مندرجہ بالا عبارت جو آپ کی نقل کردہ عبارت کا ایک حصہ ہے۔ حضور کیوں تحریر فرماتے۔

ہاں آپ نے بھی ایک خط جو مرزا سلطان محمدؐ کی طرف منسوب کیا ہوا ہے۔ شائع کیا ہوا ہے۔ جس میں آپ نے جو کچھ آپ تحریر کر سکتے تھے۔ کر دیا ہے۔ اس کے متعلق مفصل جواب تو آپ کے دیرینہ نیازمند نے ارقام کر دیا تھا۔ جو ۲۲ فروری کے فاروق میں شائع ہو چکا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ؎ مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد

اب اس خط کو پڑھو۔ اور شرم کرو۔ اور جتنا بھی آہ و بکا ہو سکے کرو۔ کہ یہ تمہارے اور تمہارے انصار کے لئے پیغام اجل ہے۔ اگر آپ لوگوں میں ذرہ بھر بھی احساس ہوتا۔ تو آپ یہ مزعومہ خط شائع کرکے اس قابل نہ تھے۔ کہ کسی کو منہ دکھاتے۔ کیونکہ یہ آپ کی شکست فاش ہے۔ اس لئے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا زبردست اعلان تو یہ تھا۔ کہ سلطان محمدؐ اگر خود حضرت اقدس کی تکذیب کا اشتہار دینے کی جرأت نہ کر سکے (کیونکہ اس نے اپنے خوف اور توبہ اور خاموشی سے ثابت کر دیا تھا۔ کہ وہ حضرت اقدس کی پیشگوئی کو صحیح جانتا تھا۔ اور اس سے خائف تھا) تو پھر خواہ مخواہ کے مکذب ثناء اللہ جیسے ہی اس سے اشتہار دلائیں۔ مگر آپؑ کی زندگی میں ہی تو کیا حضرت اقدس کی زندگی میں اس نے اشتہار تکذیب دیا؟ (حتیٰ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب "الہامات مرزا" کی تصنیف کے وقت سلطان محمدؐ کے سامنے ناک رگڑتے

سطر ۔ وحرف ہی لکھ دو) تو اب بتلاؤ۔ کہ حضرت اقدس کی وفات کے ۱۶ برس بعد اس جعلی خط کو شائع کرنا کیا ؎ مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دہریہ مشن

ہستی باری تعالےٰ

(۶)

نویں دلیل۔ دنیا میں جس قدر چیزیں ہمیں نظر آتی ہیں۔ سب مرکب ہیں۔ کوئی بھی مفرد نہیں۔ ہوا کو لو۔ وہ بھی مختلف گیسوں سے مرکب ہے۔ پانی بھی مرکب ہے غرض دنیا مرکبات کا مجموعہ ہے۔ ان مرکبات کا کوئی جوڑنے والا اور مرکب کرنے والا تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور وہی خدا ہے۔ لیکن اگر کہو۔ کہ یہ خود بخود مرکب ہوتے ہیں اور مرکب ہونا ان کی خاصیت ہے۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ غلط ہے۔ کیونکہ اگر مرکب ہونا ان کا خاصہ ہے۔ تو چاہیئے۔ کہ جب ہم ان چیزوں کو توڑ دیں۔ تب بھی وہ دوبارہ مرکب ہو جایا کریں۔ کیونکہ بقول تمہارے مرکب ہونا ان کا اپنا خاصہ ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ دیکھو۔ جب ہم ایک درخت سے اس کے پھل پھول پتے۔ شاخیں۔ ڈالیاں۔ تنے جدا کر دیں۔ تو وہ پھر کبھی نہیں جُڑتے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ جڑنا اور مرکب ہونا درخت کا اپنا خاصہ نہیں۔ ورنہ توڑنے کے بعد پھر دوبارہ جڑ جاتا۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ مرکب ہونا چیزوں کا اپنا خاصہ نہیں۔ تو لامحالہ ایک مرکب کرنے والا ماننا پڑیگا۔ یہ بات گھڑے سے خوب حل ہوتی ہے۔ گھڑا پہلے مٹی تھا۔ لیکن ایک شخص نے اپنے ارادہ سے اس مٹی کو پانی سے مرکب کیا۔ پھر ایک خاص صورت بنائی پھر اسے آگ میں ڈالا۔ اور تب جا کر وہ گھڑا بنا۔ اب بتاؤ کہ وہ گھڑا خود بخود بنا۔ یا اسے کسی نے بنایا۔ اگر کہو۔ کہ خود بخود بنا۔ تو ہم کہتے ہیں۔ آؤ اسے تھوڑی دیر کے لئے توڑ دیں۔ پھر دیکھیں۔ کہ آیا یہ دوبارہ ویسا بن جاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ گھڑے نے موجودہ خود بخود اختیار نہیں کی۔ بلکہ اس کا کوئی بنانے والا ضرور موجود ہے۔ اسی طرح دنیا کی تمام چیزیں مرکب اور ایک خاص صورت پر ہیں۔ اگر کہو۔ کہ وہ خود بخود اس ترکیب سے اور اس ہیئت پر ہیں۔ تو یہ تو صریحاً غلط ہے۔ ان کو توڑ کر دیکھ لو۔ دوبارہ کبھی خود بخود نہ بن سکیں گی۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ان کا ترکیب دینے والا کوئی اور وجود ہے۔

دسویں دلیل۔ سورج روشنی دیتا ہے۔ کھیتیاں پکاتا ہے۔ ہمیں گرمی پہنچاتا ہے۔ گندے اجرام ہلاک کرتا ہے۔ چاند رات کی مشعل ہے۔ میوے پکاتا ہے مدوجزر پیدا کرتا ہے۔ پانی ہماری پیاس بجھاتا ہے۔ ہمارے اور بہت سے کاموں میں کارآمد ہے۔ غرض دنیا میں بہت سی چیزیں انسان کو فائدہ پہنچاتی ہیں۔ ان کے متعلق تین ہی صورتیں عقل میں آسکتی ہیں۔ یا تو کہا جاوے۔ کہ یہ سب اتفاقی ہیں۔ لیکن یہ بات بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اتفاقیہ وہی بات ہوتی ہے۔ جو کبھی ہو۔ اور کبھی نہ ہو۔ لیکن سورج کا چڑھنا اتفاقیہ نہیں۔ ہر روز چڑھتا ہے۔ اور وقت معین پر غروب ہوتا ہے۔ اور جب سے دنیا بنی۔ اور انسانی تاریخ گواہی دیتی ہے۔ یہی ہوتا چلا آیا۔ کہ وقت مقررہ پر سورج نکلا۔ اور مقررہ پر ہی غروب ہوا۔ گرمی ہو۔ سردی ہو۔ برسات ہو۔ بہار ہو۔ خزاں ہو۔ ہمیشہ طلوع ہوا۔ اور ہمیں روشنی بخشی۔ ہماری کھیتیاں پکائیں۔ اسی طرح چاند کا بھی یہی حال ہے۔ پانی کو لو۔ وہ بھی ایسا ہی پایا جاتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ سورج کا چڑھنا۔ اور چاند کا طلوع ہونا۔ پانی کا پیاس بجھانا اتفاقیہ نہیں۔ کیونکہ اتفاقیہ اسے کہتے ہیں۔ جو کبھی ہو کبھی نہ ہو۔ کیا کبھی وہ لڑکا جو روز مدرسہ میں حاضر ہوتا ہے۔ وہ کبھی کہہ سکتا ہے۔ کہ میں مدرسہ میں اتفاقیہ جایا کرتا ہوں۔ دوسری صورت یہ ہے۔ کہ یہ باتیں اتفاقیہ نہیں ہوتیں۔ بلکہ سورج۔ چاند۔ پانی اپنے ارادہ اور مرضی سے ایسا کرتے ہیں۔ مثلاً سورج خود مہربانی سے انسانوں پر رحم کرنے کے لئے دن کو نکلتا اور رات کو غروب ہوتا ہو۔ اور ہمارے آرام کے لئے وہ اناج غلے پکاتا ہو۔ اور چاند بھی اپنی مرضی سے نکلتا اور چھپتا ہو۔ اور پانی بھی جان بوجھ کر اپنی مرضی سے ہماری پیاس بجھاتا ہے۔ سو اس صورت میں چاہیئے۔ کہ دہریے بجائے ایک خدا ماننے کے بہت سے خداؤں کا اقرار کریں۔ سورج کا بھی شکریہ ادا کریں اور اسکی عبادت کریں۔ اور اس کے حضور عرض کریں۔ کہ اے ہمیں روشن کرنے والے۔ ہمیں اناج اور غلے دینے والے۔ تو ہم سے خوش رہ۔ اور کبھی ہم سے ناراض نہ ہونا کیونکہ اگر تو ناراض ہوا۔ تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے۔ اسی طرح چاند کی بھی پرستش کریں۔ اور پانی کو بھی پوجیں۔ کیونکہ جب یہ چیزیں اپنے ارادہ اور اپنی مرضی سے ایسا کرتی ہیں۔ تو ہو سکتا ہے۔ کہ ایک دن ایسا کرنا چھوڑ دیں۔ کیونکہ مختار جو ہوئیں۔ کسی کی قید میں تو وہ نہیں ہیں۔ دیکھو جو شخص ایک کام اپنے ارادہ سے اور اپنی مرضی اور خوشی سے کرتا ہے۔ وہ اس بات پر بھی قادر ہے۔ کہ وہ ایک وقت میں اسے چھوڑ دے۔ اس لئے چاہیئے کہ دہریہ لوگ سورج چاند اور پانی ہوا وغیرہ کی عبادت کریں۔ ان کو پوجیں۔ ان سے دعا وغیرہ کریں۔ کیونکہ وہ اپنی مرضی اور خوشی سے ایسا کرتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ وہ ناراض ہو کر ہمیں تباہ کر دیں۔ غرض اگر یہ مانا جاوے۔ کہ سورج اور چاند وغیرہ کے فوائد اور منافع اتفاقیہ نہیں۔ بلکہ وہ اپنی خوشی اور ارادہ سے ایسا کرتے ہیں۔ تو پھر تو بجائے ایک خدا کے بہت سے وجود قابل عبادت ہو گئے۔ چنانچہ اسی لئے بعض قومیں کواکب پرست اور شمس و قمر پرست ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تیسری صورت یہ ہے۔ کہ نہ یہ تمام باتیں اتفاقیہ اور نہ سورج چاند وغیرہ اپنی مرضی اور خوشی سے چڑھتے اور غروب ہوتے ہیں۔ بلکہ کوئی ان پر حکمران ہے۔ جس کے قبضۂ قدرت میں یہ سب چیزیں ہیں۔ جس کے حکم سے چڑھتے اور غروب ہوتے ہیں۔ اس تیسری صورت کو تسلیم کرتے ہوئے ہم کہیں گے۔ کہ بس اسی متصرف کو ہم خدا کہتے ہیں۔ اور یہی اس کے وجود کی دلیل ہے۔ غرض دنیا کے کارخانہ اور اس کے نظام کے متعلق تین ہی صورتیں ہیں۔ یا تو کہا جاوے۔ کہ یہ سب کام اتفاقیہ ہیں۔ تو اعتراض ہوتا ہے۔ کہ اتفاقیہ نہیں۔ کیونکہ ایک بینظیر باقاعدگی پائی جاتی ہے۔ اور اتفاقیہ کام تو وہ ہوتا ہے۔ جو کبھی ہُوا۔ اور کبھی نہ ہُوا۔ دوسری صورت یہ ہے۔ کہ ہوا۔ پانی۔ سورج۔ چاند سب اپنی مرضی سے کام کرتے ہیں۔ تو یہ بھی دہریہ نہیں مانتے۔ اور اگر مانیں تو پھر دہریہ نہیں رہتے۔ کیونکہ ایک خدا چھوڑ انہیں بہت سے خدا ماننے پڑیں گے۔ اور ان سب چیزوں کی پرستش کرنی پڑے گی۔ اور ان سب کا شکریہ ادا کرنا پڑیگا۔ تیسری صورت یہ ہے۔ کہ یہ سب چیزیں اپنی مرضی سے کام نہیں کرتیں۔ بلکہ کسی کے حکم سے۔ پھر بھی دہریوں کا مذہب باطل ہوگیا۔ کیونکہ اسی حاکم کو ہم خدا کہتے ہیں۔

گیارھویں دلیل۔ دنیا کے وجود کے متعلق دو باتیں ہوسکتی ہیں۔ یا تو یہ کہ وہ خود بنی ہے۔ دوسرے یہ کہ اسے کسی نے بنایا ہے۔ اگر کہو کہ خود بخود بنی ہے۔ تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ عدم سے وجود میں آنا ایک فعل ہے۔ اور فعل بغیر فاعل کے نہیں ہوتا۔ اور فاعل ہمیشہ اپنے فعل سے پہلے موجود ہوتا ہے۔ سو اگر اس عدم سے وجود میں آنے کا فاعل خود دنیا ہے۔ تو اس کے یہ معنی ہوئے۔ کہ دنیا اپنے خود بخود بننے سے پہلے بھی موجود تھی۔ کیونکہ خود بخود بن جانا ایک فعل ہے۔ اور دنیا اسکی فاعل۔ اور فاعل فعل سے پہلے موجود ہوتا ہے۔ اس لئے نتیجہ یہی نکلے گا۔ کہ دنیا اپنے پیدا ہونے سے پہلے بھی موجود تھی۔ حالانکہ یہ بات ایسی بیہودہ ہے۔ کہ ایک بچہ بھی جانتا ہے۔ کہ کوئی چیز اپنے پیدا ہونے اور بننے سے پہلے نہیں ہوتی۔ اس بات کا اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں رد کرتا ہُوا فرماتا ہے۔ ام هم الخالقون۔ خیر یہ بات تو اس طرح باطل ہوئی۔ اب دوسری بات لو۔ یعنی یہ کہ دنیا خود بخود نہیں بنی۔ بلکہ اس کا بنانے والا کوئی ایک وجود ہے سو یہ بات واقعہ میں درست ہے۔ اور اس بنانے والے کو ہم خدا کہتے ہیں۔

بارھویں دلیل۔ دہریوں کا یہ دعویٰ کرنا کہ ہم خود بخود دنیا میں پیدا ہوئے۔ یہ غلط ہے۔ کیونکہ خود بخود پیدا ہونا ایک ترجیح ہے۔ یعنی نیست پر ہست کو ترجیح دی گئی۔ اور ترجیح بلا مرجح ہوتی نہیں۔ ضرور کوئی مرجح ماننا پڑیگا۔ اگر دہریہ کہیں۔ کہ خود مرجح ہیں۔ تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ مرجح ترجیح سے پہلے ہوتا ہے۔ اور ہم اپنے عدم سے وجود میں آنے سے پہلے بھی موجود تھے۔ تو عدم سے وجود میں آنا کیسا؟ غرض ہم مرجح نہیں ہوسکتے۔ اور جب ہم نہ ہوئے۔ تو کوئی اور ہوگا۔ بس اسی کو ہم خدا کہتے ہیں۔

تیرھویں دلیل۔ دنیا یا تو قدیم ہے۔ یا حادث۔ اگر کہو۔ کہ قدیم ہے۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ غلط ہے۔ کیونکہ قدیم وہ چیز ہوسکتی ہے۔ جو کسی اور کی محتاج نہ ہو۔ کیونکہ جس چیز کا قیام دوسروں کے سہارے ہو۔ وہ قدیم کس طرح ہوسکتی ہے۔ اور ہم دنیا کی چیزوں کو دیکھتے ہیں۔ کہ سب کی سب محتاج ہیں۔ زمین اناج اگاتی ہے۔ لیکن اس میں بھی وہ پانی کی محتاج ہے۔ اگر پانی نہ برسے۔ تو زمین اکیلی کیا کرسکتی ہے۔ پانی کھیتیوں کو فائدہ دیتا ہے۔ لیکن اکیلا کچھ نہیں کرسکتا ہے۔ اگر زمین سے خوراک نہ پہنچے۔ تب بھی درخت نہ اگیں۔ یا اگر سورج گرمی نہ پہنچائے۔ تب بھی اناج پیدا نہ ہو۔ سو پانی بھی مستقل حیثیت نہیں رکھتا۔ اسی طرح سورج گرمی پہنچاتا ہے۔ مگر ہوا کا محتاج ہے۔ اگر ہوا نہ ہو۔ تو اسکی شعاعیں ہم تک نہ پہنچیں۔ غرض دنیا کی ہر چیز محتاج ہے۔ اور کوئی محتاج قدیم نہیں ہوسکتا۔ اس لئے معلوم ہُوا۔ کہ دنیا کی ہر چیز حادث ہے۔ تو جب حادث ثابت ہوئی تو کوئی ان کا محدث ہونا چاہیئے۔ اور جو ہستی اتنے بڑے عظیم الشان کارخانہ کی محدث ہو۔ وہی عبادت اور پرستش کے لائق ہے۔ اور اسی کو مذہبی اصطلاح میں خدا کہتے ہیں۔

چودھویں دلیل۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کوئی مصنوع بغیر صانع کے نہیں۔ دیکھو اگر جنگل میں ہم کو ایک صندوق مل جائے۔ گو اس کے بنانے والے کو ہم نے نہیں دیکھا۔ اور نہ وہ صندوق ہمارے سامنے بنایا گیا۔ تب بھی ہم یہی یقین کریں گے۔ کہ ضرور ہے۔ کسی نہ کسی نے بنایا ہے۔ غرض ایک ادنیٰ سے ادنیٰ چیز بھی جب ہمارے سامنے آویگی۔ تو ہم اسے دیکھتے ہی اپنے دل میں اس خیال کو جگہ دیں گے۔ کہ اسے کسی نے بنایا ہے۔ اور یہ خود بخود نہیں بنی۔ اور اس بات میں ایک دہریہ بھی ہمارے ساتھ شریک ہے۔ وہ جب کوئی عمارت بنی ہوئی دیکھتا ہے۔ تو اسے بھی یہی یقین ہوتا ہے۔ کہ یہ خود بخود نہیں بنی۔ بلکہ اس کا کوئی بنانے والا ہے۔ حالانکہ اس نے اس کے بنانے والے کو نہیں دیکھا ہوتا۔ سو جب ہماری فطرت بھی یقین رکھتی ہے۔ کہ ہر مصنوع کا کوئی نہ کوئی صانع ضرور ہوتا ہے۔ اور ہمارا مشاہدہ بھی یہی کہتا ہے۔ تو پھر دہریوں کا یہ کہنا کہ اتنے بڑے نظام کا کوئی خالق نہیں۔ اور یہ تمام دنیا خود بخود ہے۔ زمین۔ سورج۔ چاند وغیرہ آپ ہی آپ ہیں۔ کیسا غلط اور فطرت کے خلاف عقیدہ ہے۔ جب ایک قلم ایک دوات ایک کاغذ بھی بغیر بنانیوالے کے نہیں بنتا۔ تو اتنا بڑا انتظام اور ایسا پر حکمت انتظام کس طرح بغیر صانع اور خالق کے قائم ہے۔ اگر یہ کہیں کہ ہم مکانوں اور عمارتوں کو بنتا دیکھتے ہیں۔ اس لئے ہم کہتے ہیں۔ ان کو کسی نے بنایا ہوگا۔ لیکن دہریوں کی یہ بات بالکل لغو ہے۔ کیا مصر کے میناروں کے معمار کسی نے دیکھے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ لیکن پھر بھی دہریہ تک مانتے ہیں۔ کہ وہ مینار بھی کسی کے بنائے ہوئے ہیں۔ پھر ایک اور بات سنو۔ کیا ایسی ایجاد جو پہلے کسی نے نہ کی ہو۔ وہ ایک دہریہ کو دکھائی جاوے۔ تو کیا دہریہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اقرار کریگا۔ کہ یہ خود بخود ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیا فوٹوگراف جو دنیا میں پہلے کسی نے نہیں بنایا۔ کیا پہلے پہل جب کوئی دہریہ اسے دیکھتا ہے۔ تو یہی سمجھتا ہے۔ کہ وہ خود بخود ہے۔ ہرگز نہیں۔

غرض یہ بات صاف ظاہر ہے۔ کہ کوئی چیز بغیر صانع کے نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ کہنا۔ کہ دنیا خود بخود ہے۔ اور کوئی اس کا پیدا کرنے والا نہیں۔ ایک بالکل غلط بات ہے۔ علاوہ ازیں ایک مثال پر غور کرو۔ ایک شخص ایک کاغذ پر سیاہی گری ہوئی دیکھتا ہے۔ تو وہ خیال کرتا ہے۔ کہ کسی انسان نے گرائی ہوگی۔ مگر ساتھ ہی یہ خیال بھی آتا ہے۔ کہ شاید کسی چوہے وغیرہ نے دوات الٹا دی ہو۔ لیکن اگر اس کاغذ پر تین چار سطریں لکھی ہوئی ہوں۔ خواہ وہ ایسی زبان میں کیوں نہ ہوں۔ جس کو دیکھنے والا نہیں سمجھتا۔ تب بھی یہی یقین کریگا۔ کہ یہ صرف انسان کا فعل ہے۔ کسی جانور کا نہیں۔ یہ اسی لئے کہ سطروں کا لکھنا ایک اعلیٰ کام ہے۔ اور ترتیب پر مبنی ہے۔

سو جس طرح ایک شخص تین چار سطروں کو دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ کہ اس ترتیب کا ضرور کوئی مرتب ہونا چاہیئے۔ اسی طرح ہم بھی جب دنیا اور نظام عالم کو دیکھتے ہیں۔ تو ہم بھی اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ ایسے پر حکمت اور مرتب نظام کا بھی کوئی پیدا کرنے والا ہے۔ اور اسی کو ہم خدا کہتے ہیں۔

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

(میر محمد اسحٰق)

اظہار الحق

مقدمہ فسخ نکاح جو ریاست بہاول پور میں ایک احمدی کے خلاف دائر تھا۔ اس میں جو اعتراضات احمدیوں کے کافر ہونے کے متعلق چودھویں صدی کے مولویوں نے کئے تھے۔ ان سب کی تردید کر کے احمدیوں کا حقیقی مسلمان ہونا از روئے قرآن۔ حدیث۔ فقہ عقلی دلائل سے اس کتاب میں ثابت کیا گیا جو شامل مثل کی گئی تھی۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک صرف ۱۲ر

ملنے کا پتہ :- دفتر فاروق قادیان

دیانندی مشن

قدامت روح و مادہ

(۶)

سوال نمبر ۲۔ کیا خدا ایک ایسی شکل بنا سکتا ہے جو کہ مستطیل بھی ہو۔ اور مربع بھی ہو؟

جواب۔ ہاں بنا سکتا ہے۔ اگر دریافت کیا جاوے کہ کس طرح بنا سکتا ہے۔ تو ہم عرض کریں گے۔ کہ یہ سوال کرنے کا کسی کو حق نہیں۔ جس طرح کوئی شخص یہ نہیں بتا سکتا۔ کہ کس طرح خدا بغیر والدین کے نطفوں کے ملنے کے بغیر ماں کے رحم میں پرورش پانے کے اور اس کی چھاتیوں سے دودھ پینے جوان مردوں اور جوان عورتوں کو پیدا کر سکتا ہے۔ اسی طرح ہم یہ تو نہیں بتا سکتے۔ کہ وہ اس قسم کی شکل کس طرح بنا سکتا ہے۔ مگر یہ ضرور کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ بنا سکتا ہے۔ یہ تو خدا کے کام کے متعلق ہے۔ ہم تو دیکھتے ہیں۔ کہ ایک ایسا شخص جو ڈاکٹری نہیں جانتا۔ مگر جو ہمیشہ ڈاکٹروں سے علاج کرواتا ہے۔ یہ نہیں بتلا سکتا۔ کہ ڈاکٹر لوگ مریض کی مرض کا پتہ کس طرح لگا لیتے ہیں۔ وہ صرف اتنا جانتا ہے۔ کہ ہاں ڈاکٹر لوگ مریض کی مرض کا پتہ لگا لیا کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں جانتا۔ کہ کس طرح لگا لیتے ہیں۔ اب ہمیں بھی حق نہیں کہ ہم ایسے شخص سے جو خود ڈاکٹری نہیں جانتا۔ دریافت کریں۔ کہ ڈاکٹر لوگ کس طرح مریض کی مرض کا پتہ لگا لیا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم اتنا تو جانتے ہیں۔ کہ خدا فلاں فعل کر سکتا ہے۔ لیکن یہ بتانا کہ کس طرح وہ ایسا کام کرتا ہے۔ ضروری نہیں۔

سوال نمبر ۳۔ کیا خدا جاہل بن سکتا ہے۔ یا اپنے آپ کو مار سکتا ہے؟

جواب۔ ہاں وہ یہ دونوں باتیں کر سکتا ہے۔ مگر کرتا نہیں۔ اس لئے کہ یہ دونوں باتیں اس کے کمال کے خلاف ہیں۔

سوال نمبر ۴۔ کیا خدا بتا سکتا ہے۔ کہ وہ کتنی مدت سے ہے؟

جواب۔ یہ تو میں بھی بتا سکتا ہوں۔ کہ وہ لا محدود زمانہ سے ہے۔

سوال نمبر ۵۔ کیا خدا ایسی بات کر سکتا ہے۔ جو سچی بھی ہو اور جھوٹی بھی؟

جواب۔ یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ مجھے اپنی طالب علمی کا ایک واقعہ یاد ہے۔ کہ ہمیں حکم تھا۔ کہ جو نیا مریض آئے۔ اس کا پیشاب ضرور دیکھا کریں۔ نئے مریض جو روز آیا کرتے تھے۔ طلباء کے درمیان تقسیم کر دیئے جایا کرتے تھے۔ صبح کے وقت جب وہ طالب علم جس کے حصہ میں ایک نیا مریض آیا تھا۔ پیشاب کے معاینہ کرنے کے کمرے میں گیا۔ تو وہاں اپنے مریض کا پیشاب اسے نہ ملا۔ اب پیشاب کو وہاں پہنچانا نرس کا کام ہوا کرتا تھا۔ طالب علم نے جب دیکھا۔ کہ اس کے مریض کا پیشاب نہیں رکھا گیا۔ تو اس نے ہسٹری شیٹ پر لکھ دیا کہ نرس نے مریض کا پیشاب رکھا نہیں۔ وہ مریض اتفاق سے گردوں کی مرض کا مریض تھا۔ یہ پڑھ کر

نوٹ:- واضح ہو۔ کہ صرف اتنا کہہ دینا کہ پہلے خدا نے مٹی سے انسان کا قالب تیار کیا۔ اور پھر اس قالب میں روح ڈال دی کافی نہیں ہے۔ آریہ حضرات کو یہ بتلانا پڑیگا۔ کہ کس طرح مٹی سے انسان کا گوشت و پوست ہڈی مغز وغیرہ وغیرہ کو تیار کیا۔ کیونکہ دنیا کے بڑے سے بڑے سائنسدانوں نے جتنے بھی تجربات اس قسم کے کئے ہیں۔ ان میں وہ ناکام رہے ہیں منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پرنسپل صاحب کو بہت غصہ آیا۔ اور انہوں نے نرس کو بلا کر بہت ڈانٹا۔ نرس نے جواب میں کہا۔ کہ مریض کو جب پیشاب ہوا ہی نہیں۔ تو میں رکھتی کہاں سے۔ اس کا یہ جواب سنکر پرنسپل صاحب بہت ہنسے۔ کہ طالب علم نے جو یہ لکھا ہے۔ کہ نرس نے پیشاب رکھا ہی نہیں۔ یہ ایک طرح سے سچ بھی ہے۔ اور ایک طرح سے جھوٹ بھی۔ سچ تو اس لئے کہ واقعی نرس نے پیشاب نہیں رکھا۔ اور جھوٹ اس لئے کہ اگر مریض کو پیشاب ہُوا ہوتا۔ تب تو وہ اس کا پیشاب رکھتی۔ طالب علم نے بغیر تحقیقات کے نرس پہ الزام لگا دیا۔

سوال نمبر ۶۔ کیا خدا ایک ایسا جاندار پیدا کر سکتا ہے کہ وہ زندہ بھی ہو اور مردہ بھی؟

جواب۔ اس نے ایسے بہت انسان پیدا کئے ہوئے ہیں۔ جو زندہ بھی ہیں اور مردہ بھی۔ مثلاً نامرد لوگ۔ یا خواجہ سرا لوگ۔ یہ زندہ تو اس لئے کہلاتے ہیں۔ کہ زندوں کی طرح خوراک کھا کر اپنے جسم کے مادوں میں خوراک کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ قد و قامت میں بڑھ سکتے ہیں۔ موٹے یا دبلے ہو سکتے ہیں۔ اور یہ تمام باتیں زندوں کی ان میں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے وہ زندہ ہیں۔ لیکن چونکہ وہ اپنے ہمجنس پیدا نہیں کر سکتے۔ اس لئے وہ مردہ بھی ہیں۔

علاوہ ازیں آج کل بعض ڈاکٹر لوگ فرمینٹس کو مردہ مادے اور جاندار ہستیوں کے بین بین تسلیم کرتے ہیں۔ اور ایسے ڈاکٹروں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔

پھر سر جان فریکلن نے جو ۱۸۲۰ء میں قطب شمالی کی مہم پر گئے تھے۔ اپنی یادداشت میں تحریر فرمایا ہے کہ کارپ مچھلی کو برف کے اثر سے اس قدر منجمد پایا گیا۔ کہ اسکی آنتیں تک نکال لی گئیں۔ مگر اس میں کسی قسم کی حرکت پیدا نہ ہوئی۔ لیکن جب اسے حرارت پہنچائی گئی۔ تو وہ تڑپنے لگ گئی۔ اسی طرح سر ارنسٹ شیکلٹن جو قطبین کی سیاحت کر چکے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ قطب جنوبی کے سمندر میں بعض جاندار دس دس ماہ تک برف میں دبے رہتے ہیں۔ اور ان کی زندگی بظاہر معطل رہتی ہے۔ لیکن جب برف پگھلنے لگتی ہے۔ تو وہ زندہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح مینڈک کو دیکھا جاتا ہے۔ کہ یہ جاڑے کے موسم میں مہینوں تک تالابوں میں اس طرح پڑا رہتا ہے۔ کہ ظاہرہ ان میں زندگی معلوم ہی نہیں ہوتی۔

پھر دیکھئے میڈیکل جورنس پروڈینس جس میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ بعض لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں۔ جو کئی کئی دن تک مرے ہوئے معلوم دیتے ہیں۔ لیکن کچھ عرصہ بعد وہ پھر زندہ ہو جاتے ہیں۔ خود آریہ حضرات لوگ ابھاس کرنے والوں کے لئے ان باتوں کو مانتے ہیں۔ پھر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد کے واقعہ کو ہی دیکھ لیا جاوے۔ جس سے کیپٹن ویڈ پولیٹیکل ایجنٹ نے اپنی کتاب "کیمپ اینڈ کورٹ آف رنجیت سنگھ" میں بیان کیا ہے۔ کہ ہریداس فقیر دس ماہ تک قبر میں مدفون رہا۔ جب نکالا گیا۔ تو تھوڑی دیر کے بعد زندہ ہو گیا۔

سوال نمبر ۷۔ کیا خدا اپنے سے بہتر ہستی کو پیدا کر سکتا ہے۔

جواب۔ افسوس ہے۔ کہ یہ سوال ہی غلط ہے۔ کیونکہ ایک دوسرے سے بہتر ہونا صرف محدود ہستیوں ہی میں ہُوا کرتا ہے۔ جس ہستی کی طاقتیں ہی لا محدود ہوں۔ یعنی اسکی طاقتوں کی کوئی حد ہی نہ ہو۔ تو اس سے بہتر کے کیا معنی؟ پہلے خدا کی ذات اور اس کی طاقتوں پر آریہ حضرات حد لگا لیں۔ پھر یہ سوال کریں۔ باقیدارد

آئینہ حق نما

مولوی ثناء اللہ امرتسری کے مایۂ ناز رسالہ "الہامات مرزا" کا مکمل مدلل مفصل جواب ہے۔ بڑی ضخیم کتاب ہے۔ چند نسخے باقی ہیں۔ شائقین فوراً بذریعہ وی پی طلب کر لیں۔ ورنہ پھر اس کا ملنا ناممکن ہوگا۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک صرف ایکروپیہ ہے۔

پتہ:۔ دفتر فاروق قادیان ضلع گورداسپور۔

پیغامی مشن

مسیح موعود نبی اللہ

(۶)

(۴۸) مسئلہ بروز اور اس کی حقیقت

(از مسیح موعودؑ)

اسلامی اصطلاح میں بروز سے مراد۔" اس وقت خدا نے جیسا کہ حقوق عباد کے تلف کے لحاظ سے میرا نام مسیح رکھا۔ اور مجھے خُو اور بُو اور رنگ اور روپ کے لحاظ سے حضرت عیسےٰ مسیح کا اوتار کر کے بھیجا۔ ایسا ہی اس نے حقوق خالق کے تلف کے لحاظ سے میرا نام محمدؐ و احمدؐ رکھا۔ اور مجھے توحید پھیلانے کے لئے تمام خُو اور بُو اور رنگ اور روپ اور جامہ محمدی پہنا کر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اوتار بنا دیا۔ میں ان معنوں کے رو سے عیسیٰ مسیح بھی ہوں اور محمد مہدی بھی۔ اور یہ وہ طریق ظہور ہے۔ جس کو اسلامی اصطلاح میں بروز کہتے ہیں۔ سو مجھے دو بروز عطا ہوئے۔ ایک بروز عیسےٰ و بروز محمدؐ" (ضمیمہ رسالہ جہاد ص۷)

نبیوں کی اصطلاح میں بروز سے مراد۔ "تمام نبی اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں۔ کہ وجود بروزی اپنے اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ نام بھی ایک ہو جاتا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

علمائے اسلام کی اصطلاح میں بروز سے مراد

" عادت اکثر علماء جاری شدہ کہ اوشاں نام بروز قدم مے نہند۔ مثلاً می گوئند۔ کہ ایں مرد بر قدم موسیٰ است و آں مرد بر قدم ابراہیم است" (لجۃ النور حاشیہ ۱۰۱)

قرآنی اصطلاح میں بروز سے مراد۔" ایک بروزی نبی اور رسول کا آنا قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے۔ جیسا کہ وآیت واٰخرین منہم سے ظاہر ہے۔ اس آیت میں ایک لطافت بیان یہ ہے۔ کہ اس گروہ کا ذکر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تو اس میں کیا گیا۔ جو صحابہؓ میں سے ٹھہرائے گئے۔ لیکن اسجگہ اس مورد بروز کا بتصریح ذکر نہیں کیا۔ یعنی مسیح موعود کا جس کے ذریعے وہ لوگ صحابہ ٹھہرے۔ اس ترک ذکر سے یہ اشارہ مطلوب ہے۔ کہ مورد بروز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے"۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

حدیثوں کے رو سے بروز کی مراد۔ "حدیثوں میں لکھا ہے۔ کہ مہدیٔ موعود کا خَلق اور خُلق میں ہمرنگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ اور اس کا اسم آنجناب کے اسم کے مطابق ہوگا۔ یعنی اس کا نام بھی محمد اور احمد ہوگا۔ × × × × ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس موعود کو اپنا بروز بیان فرمانا چاہتے تھے۔ (ایک غلطی کا ازالہ صـ۹)

بروز کی صفات ضروریہ۔ (از مسیح موعود)

"بروز کے لئے یہ ضرور نہیں۔ کہ بروزی انسان صاحب بروز کا بیٹا یا نواسہ ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ روحانیت کے تعلقات کے لحاظ سے شخص مورد بروز صاحب بروز میں سے نکلا ہوا ہو۔ اور ازل سے باہمی کشش اور باہمی تعلق درمیان ہو۔ بروزی تصویر پوری نہیں ہوسکتی جب تک یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو"۔ (ایک غلطی کا ازالہ صـ۹)

مختصر الفاظ میں "جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں۔ ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں۔ یا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ روحانی حقیقت کے رو سے میں وہی ہوں"۔ (لیکچر سیالکوٹ صـ۲) یعنی اکمل واتم طور پر ظہور صفات کا نام بُروز ہے۔

(۴۹) بروز اور فنافی الرسول میں فرق

(از مسیح موعودؑ)

"نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں۔ مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے۔ یعنی فنافی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے۔ اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے۔ جو نبوت محمدی کی چادر ہے"۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

اس حوالہ میں فنافی الرسول اور بروز میں ایک فرق بیان کیا گیا ہے۔ فنافی الرسول ایک ابتدائی مرحلہ ہے۔ جس کے طے کرنے پر سیرت صدیقی کی چادر پہنائی جاتی ہے۔ . . . . . .

. . . . . .

. . . . . اور بروز وہ انتہائی مقام ہے۔ جہاں پر خدا تعالےٰ کی طرف سے محمدی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے۔ اور اس کا وجود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود متصور کیا جاتا ہے۔ اس کا مقام مقام مصطفےٰ و مجتبےٰ کا ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"خدا نے مجھ پر اس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا ہے۔ اور اس کو کامل بنایا۔ اور اس نبی کریم کے لطف اور وجود کو میری طرف کھینچا۔ یہانتک کہ میرا وجود اس کا وجود ہوگیا"۔ (خطبہ الہامیہ) اور نیز فرمایا:۔

"خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا ہے۔ اور مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے"۔

(ایک غلطی کا ازالہ)

اور نیز فرمایا:۔

"خدا نے میرا نام محمد و احمد رکھا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز مجھے قرار دیا ہے"۔ (حقیقۃ الوحی صـ۶۷)

پس فنافی الرسول اور بروز میں فرق نمایاں ہے۔ فنافی الرسول مقام صدیق کا ہے۔ لیکن بروز وہ مقام ہے۔ جبکہ ایک کو مقام مصطفےٰ و مجتبےٰ کی خلعت پہنائی جاتی ہے۔ پس اس بات کو خوب یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ پہلے صلحاء امت کا یہ کہنا۔ کہ میں ابراہیم ہوں۔ میں موسیٰ ہوں۔ یا میں محمد ہوں وغیرہ وغیرہ۔ یہ محض فنافی الرسول کی حالت میں تھا۔ اور یہ ان کا ایک حال تھا۔ لیکن مسیح موعود کا یہ کہنا کہ منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد یہ فنافی الرسول کی حالت سے گزر کر بروزی حالت میں تھا۔ اور فی الحقیقت یہ آپ کا مقام تھا۔ اور خدا تعالےٰ نے آپ کے وجود کو آنحضرت صلعم کا وجود مقرر فرمایا ہے

ع وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

(۵۰) بروز اور تناسخ میں فرق

(از مسیح موعودؑ)

"اگرچہ میں نے اپنی بہت سی کتابوں میں اس بات کی تشریح کر دی ہے۔ کہ میری طرف سے یہ دعویٰ کہ میں عیسیٰ مسیح ہوں اور نیز محمد مہدی ہوں۔ اس خیال پر مبنی نہیں۔ کہ میں درحقیقت عیسیٰ علیہ السلام ہوں۔ اور نیز درحقیقت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہوں۔ مگر پھر بھی وہ لوگ جنہوں نے میری کتابیں غور سے نہیں دیکھیں۔ وہ اس شبہ میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ کہ گویا میں نے تناسخ کے طور پر اس دعوے کو پیش کیا ہے۔ اور گویا اس بات کا مدعی ہوں۔ کہ سچ مچ ان دو بزرگ نبیوں کی روحیں میرے اندر حلول کر گئی ہیں۔ لیکن واقعی امر ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اصل حقیقت یہ ہے۔ × × × × × × × کہ میں وہی اوتار ہوں۔ جو حضرت مسیح کی روحانی شکل اور خو اور بُو اور طبیعت پر بھیجا گیا ہوں۔ اور ایسا ہی میرا نام محمد و احمد رکھا۔ اور مجھے توحید پھیلانے کے لئے تمام خُو اور بُو اور رنگ اور روپ اور جامہ محمدی پہنا کر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اوتار بنا دیا"۔ (رسالہ جہاد صـ۴-۶)

اب مندرجہ بالا عبارت کو پڑھ کر بروز اور تناسخ میں ایک امتیازی فرق معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ (اول) کسی آدمی کا کسی گذشتہ گذرے ہوئے آدمی کی شکل اور خُو اور طبیعت پر ظاہر ہونا بروز کہلاتا ہے۔ لیکن ایک ہی روح کا مختلف شکلوں میں بدل کر واپس پھر پھر آنا تناسخ کہلاتا ہے۔

(دوم) بروز میں صاحب بروز اور مورد بروز روحانی حقیقت کے رو سے گویا ایک ہی ہوتے ہیں۔ تناسخ میں صاحب تناسخ اور مورد تناسخ وجودی حقیقت کے لحاظ سے ایک ہوتے ہیں۔

(سوم) بروز میں مورد بروز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے۔ تناسخ میں صاحب تناسخ کا وجود معدوم اور مورد تناسخ کا وجود اصل وجود مانا جاتا ہے۔ پس یہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تین موٹی موٹی امتیازی باتیں ہیں۔ جن سے انسان بروز اور تناسخ میں فرق کر سکتا ہے۔

(۵۱) اوتار اور نبی آپس میں مترادف المعنی الفاظ ہیں

(از مسیح موعودؑ)

"اور ہندوؤں میں اوتار کا لفظ درحقیقت نبی کے ہم معنی ہے"۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۳۰)

اور نیز فرمایا:۔

"واضح ہو۔ کہ راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے۔ × × × اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اترتا تھا۔ × × × وہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۴)

پس حوالہ مندرجہ بالا کے رو سے مسیح موعودؑ کا یہ فرمانا کہ "میں وہی اوتار ہوں۔ جو حضرت مسیح اور نیز حضرت محمد صلعم اور نیز راجہ کرشن کی روحانی شکل اور خو اور طبیعت پر بھیجا گیا ہوں"۔ (دیکھو رسالہ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۴ و ۶۰) صاف اور صریح طور پر یہ معنی رکھتا ہے۔ کہ میں نبی ہوں۔ اور ایسا نبی ہوں۔ جو حضرت مسیح و نیز آنحضرت صلعم اور نیز راجہ کرشن کی روحانی شکل اور خو اور طبیعت رکھنے کی وجہ سے عیسیٰ مسیح اور محمد مہدی اور کرشن رودر گوپال کہلاتا ہوں۔

(۵۲) بروز مظہر اور اوتار ہم معنی الفاظ ہیں

(از مسیح موعودؑ)

"خدا کا وعدہ تھا۔ کہ آخری زمانہ میں اس کا (کرشن کا) بروز یعنی اوتار پیدا کرے۔ سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔ سو میں کرشن سے محبت کرتا ہوں۔ کیونکہ میں اس کا مظہر ہوں۔ اور اس جگہ ایک اور راز درمیان ہے۔ کہ جو صفات کرشن کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ یہی صفات مسیح موعود کے ہیں۔ پس گویا روحانیت کی رو سے کرشن و مسیح موعود ایک ہی ہیں۔ صرف قومی اصطلاح میں تغائر ہے" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۴)

پس اس حوالہ اور پچھلے حوالہ کو ملانے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی۔ بروز۔ مظہر۔ اوتار سب ہم معنی الفاظ ہیں۔ ایک نبی اگر کسی گذشتہ نبی کی خو بو اور صفات میں مشابہت رکھتا ہو۔ تو اس کو اس نبی کا بروز کہیں گے۔ جیسے کہ ایک ہی درخت کے دو پھل اپنے ذائقہ و اثر میں مشابہت تامہ رکھنے کی وجہ سے ایک دوسرے کے بروز کہلا سکتے ہیں۔ اور اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کا معاملہ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ ایسے نبی ہیں۔ کہ ظہور صفات بیّنہ کے لحاظ سے وہ عیسیٰ مسیح ہیں۔ اور محمد مہدی ہیں۔ پس یہی وجہ ہے۔ کہ حضورؑ نے اپنے آپ کو بروزی نبی کہا۔ یعنی ایسا نبی جو روحانی حقیقت کے رو سے گویا مسیح ناصری اور محمد رسول اللہ ہی ہے۔ یعنی ان سے مشابہت تامہ رکھتا ہے۔

(۵۳) بروزی رجعت کی پیشگوئی قرآن شریف سے

"قرآن شریف کی آیت اھدنا الصراط المستقیم ..... الخ صاف کہہ رہی ہے۔ کہ بعینہٖ یہودیوں کی طرح یہودی پیدا ہو جائیں گے۔ اور ایسا ہی نبیوں کا کامل نمونہ ظاہر ہوگا۔ اسی کی طرف سورہ انبیاء رجوع ۱۷ میں اشارہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وحرام علیٰ قریۃ ..... الخ × × × × غرض تمام نبیوں کے نزدیک زمانہ یاجوج ماجوج زمانہ رجعت کہلاتا ہے۔ یعنی رجعت بروزی نہ رجعت حقیقی"۔ (نزول المسیح صفحہ ۵)

(۵۴) بروزی رجعت کی فلاسفی

(از مسیح موعودؑ)

"رجعت بروزی کی فلاسفی یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو ایسی طرز سے بنایا ہے۔ جو اسکی توحید پر دلالت کرے۔ اور اسی وجہ سے خداوند حکیم نے عام عناصر اور اجرام فلکی کو گول شکل پر پیدا کیا ہے۔ کیونکہ گول چیز کے جہات اور پہلو نہیں۔ اس لئے وہ وحدت سے مناسبت رکھتی ہے۔ × × × پس جیسا کہ تمام بسارہ جن کو خدا تعالیٰ نے پیدا کیا۔ کروی الشکل ہیں ایسا ہی دائرہ خلقت عالم کا بھی کروی الشکل ہے۔ × × × × × تا وحدت خالق کائنات پر دلالت کرے تو اس سے لازم آیا۔ کہ آخری نقاط بنی آدم کے نقاط اولیٰ سے یعنی جہاں سے نقطہ دائرہ پیدائش بنی آدم شروع ہوتا ہے۔ قریب تر واقع ہوں۔ اور اپنے ظہور اور بروز سے انہیں کی طرف رجوع کریں۔ اور یہی وہ بات ہے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں رجعت بروزی کہتے ہیں"۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۳۰ و صفحہ ۱۳۱ مفصل دیکھو ۱۲۹ تا ۱۳۴)

(۵۵) بعد از خاتم النبیین کون نبی کہلانیکا مستحق ہے؟

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"اگر کوئی اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو۔ کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو۔ اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں کامل انعکاس ہو گیا ہو۔ تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائیگا"۔

(ایک غلطی کا ازالہ)

(۵۶) بعد از خاتم النبیین نبی کہلانے کے لئے بروز کامل ہونے کی شرط ہے

(از مسیح موعودؑ)

"اور بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے۔ کسی میں یہ طاقت نہیں۔ جو کھلے کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے پر چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا۔ وہ میں ہوں۔ اس لئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی × × × ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا۔ سو وہ ظاہر ہو گیا۔ اب بجز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمہ سے پانی لینے کے لئے باقی نہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ بروزی طور کی نبوت و رسالت سے ختمیت کی مہر نہیں ٹوٹتی"

(ایک غلطی کا ازالہ)

(۵۷) بروز کامل کے لئے نبی ہونا شرط ہے۔

(از مسیح موعودؑ)

"بروزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔ پس چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس لئے ضروری ہے۔ کہ تصویر بروزی میں بھی وہ کمال نمودار ہو۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

پس مسیح موعود بروز کامل ہونے کی وجہ سے نبی کہلانے کے مستحق ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔

اور "مسیح موعود کی نبوت ظلی ہے۔ کیونکہ بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانے کا مستحق ہو گیا ہے۔" (تذکرۃ الشہادتین ص۴۳)

گویا دوسرے لفظوں میں بعد از خاتم النبیین نبی ہونا اور بروز کامل ہونا آپس میں لازم ملزوم چیزیں ہیں۔ اگر پہلی نہیں۔ تو دوسری کا ہونا باطل ہے۔ اور دوسری نہیں تو پہلی کا ہونا باطل ہے۔ (باقی دارد)

عیسائی مشن

تنقیح بر رسالہ الوہیت مسیح

(از شیخ عبد القادر لائل پوری)

(۱۰)

دلیل ہفتم۔ یسوع اپنے پہاڑی وعظ میں کہتا ہے۔ کہ تم سن چکے ہو۔ کہ اگلوں سے کہا گیا۔ کہ تو خون نہ کر..... پر میں تمہیں کہتا ہوں۔ کہ جو..... وغیرہ وغیرہ۔ متی ۵/۲۱ ۲۲

مقابلہ کرو آیات ۲۸، ۳۲، ۳۹، ۴۴۔ وہ تو اس وعظ میں بار بار بڑے زور کے ساتھ اعلان کرتا ہے۔ کہ تم سن چکے ہو..... پر میں تمہیں کہتا ہوں..... یہاں وہ اپنے آپ کو اس خدا کے برابر اختیار والا ظاہر کرتا ہے۔ جس نے کوہ سینا پر دس احکام دیئے۔ کیا یہاں مسیح دعویٰ نہیں کرتا۔ کہ اسے اختیار ہے۔ کہ ان احکام کی وسعت کو بڑھائے۔ کیونکہ ان احکام کا نافذ کنندہ وہ خود ہی ہے۔ الوہیت مسیح ص۶

پادری صاحب کے تو دل و دماغ پر الوہیت مسیح کا جنون سوار ہے۔ جس نے آپ کی عقل کو بالکل مسخ کر دیا۔ بس ایک ہی دھن ہے۔ کہ کہیں یسوع مسیح جو کہ بطن مریم صدیقہ میں نو ماہ تک خون حیض چوسنے کے بعد اس دنیا میں ظہور پذیر ہو کر کھاتے۔ پیتے۔ سوتے جاگتے۔ ہگتے۔ موتتے۔ غرضیکہ تمام حوائج بشریہ اور لوازمات انسانیہ کے حامل ہوتے ہوئے خدا ثابت ہو جائیں۔ چاہے عقل و خرد۔ تمام کتب مقدسہ اور دلائل عقلیہ و نقلیہ کو سفید جواب ہی کیوں نہ دینا پڑے۔ چنانچہ آپ کو اسکا اتنا شوق چرایا۔ اور وہ اتنا ترقی کرتا گیا۔ کہ آپ اندھا دھند۔ بغیر سوچے سمجھے تعصب کے زیر اثر غلو کی آڑ میں وہ کچھ لکھ رہے ہیں۔ کہ نہ تو کسی نے لکھا۔ اور نہ کوئی عقل سلیم رکھنے والا ان خرافاتِ رذیلہ کو اپنے دماغ میں جگہ دینے کے لئے تیار ہے۔ بلکہ بخلاف بے ساختہ ایک حق پسند کا منہ کھلتا ہے۔ اور اس کے دہن میں زبان کی معنی خیز حرکت پادری صاحب کی عقل و خرد کے لئے پاک مصرع بایں الفاظ تجویز کرتی ہے۔ ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

پادری صاحب ایں چہ بوالعجبی است۔ کہ چونکہ حضرت مسیح نے یہ کہہ دیا۔ کہ فلاں نبی نے تم کو یہ تعلیم دی تھی۔ لیکن میں تم کو یہ کہتا ہوں۔ اس لئے آپ خدا ہوئے۔ اور خدائے قادر کے برابر آپ کا اختیار و اقتدار ہوا۔ چہ خوب ؎

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

جناب پادری صاحب الوہیت مسیح کی متزلزل عمارت کو کیوں ایسے ریتلے ستونوں سے سہارا دیتے ہیں۔ ایسے کمزور ستونوں سے الوہیت مسیح کی لرزہ بر اندام عمارت نہیں ٹھہرنے کی۔ بلکہ اگر کسی نے معمولی سی بھی گولہ باری کر دی۔ تو بس خیر نہیں۔ دھڑام سے نیچے آ رہے گی۔ اور خاک کا ایک ڈھیر بن کر پیوندِ زمین ہو جائے گی۔

پادری صاحب کے ان پادر ہوا دلائل الوہیت مسیح کو عقلمند سمجھتے ہیں۔ کہ کہاں تک مبنی بر صداقت ہیں۔ اور کیونکر الوہیت مسیح کے ثبوت میں پیش ہو سکتے ہیں۔ خدا خیر کرے۔ اگر اسی طریق سے کسی کی خدائی ثابت ہو سکتی ہے۔ تو تمام لوگ اپنے اپنے بانیانِ مذاہب کو خدا بنا سکتے ہیں۔ جناب والا۔ بتائیے۔ کیا یہودی نہیں کہہ سکتے۔ چونکہ تورات میں حضرت موسیٰ کے متعلق لکھا ہے۔ کہ یہ وہ شریعت ہے۔ جو موسیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے مقرر کی۔ یہ ہیں وہ بشارتیں۔ وہ شرعیں۔ اور وہ احکام..... جسے موسےٰ نے بنی اسرائیل کے لئے بیان کیا۔ استثناء ۴/۴۴، ۵/۱ ۔ اس لئے آپ خدا ہیں۔ کیونکہ ان آیات میں تمام شریعت مقدسہ۔ احکام بشارتیں اور شرعیں آپ کی ہی طرف منسوب ہوئیں۔ گویا کہ آپ کو خدا کے برابر اختیار تھا۔ کہ جس طرح خدا شریعت نازل کرتا ہے۔ اسی طرح آپ چونکہ (العیاذ باللہ) خدا تھے۔ اس لئے ان آیات کی رو سے آپ نے ہی تمام شریعت بنائی۔ اور اسے بنی اسرائیل کے لئے مقرر کیا۔ اب اہل حق سمجھ سکتے ہیں۔ کہ ایسا خیال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

چنانچہ اصل بات یہ ہے۔ کہ انبیاء کی معرفت خدا اپنا مقدس کلام کرتا ہے۔ اس لئے اگر ہم کہیں (جیسا کہ مذکورۃ الصدر آیات میں بیان و عیاں ہوا) کہ یہ شریعت فلاں نبی کی ہے۔ (مثلاً شریعت موسوی یوحنا ۱/۱۷) تو اس کے یہ معنی نہیں ہوتے۔ کہ اس نبی کو نزول شریعت کا اختیار ہے۔ یا وہ خدائے باپ کے برابر کا اختیار رکھتا ہے۔ جس سے کہ اس نے خود ہی شریعت بنائی۔ اور تمام احکام لوگوں کے لئے مقرر کئے۔ بلکہ صرف یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ اس نبی کی معرفت خدائی شریعت لوگوں کے لئے نازل ہوئی۔ علاوہ بریں اسی طرح اگر ہم یہ کہیں۔ کہ فلاں تعلیم فلاں نبی کی ہے۔ تو اس کا بھی یہ مطلب نہیں ہوتا۔ کہ وہ تعلیم اس نبی نے خود بنائی۔ اور اسے خدائے باپ کے برابر اختیار ہے۔ کہ وہ خود ہی تعلیم کنندہ ہے۔ بلکہ اس کا بھی صرف یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے اپنی مقدس تعلیم فلاں نبی کے لئے مقرر کی۔ کہ وہ لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ اور اس پر عمل کرنے کی ان لوگوں کو دعوت دے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چنانچہ بعینہٖ اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا۔ کہ "کہ تم سن چکے ہو۔ کہ (حضرت موسیٰ کی معرفت) اگلوں سے یہ کہا گیا۔ ..... پر میں تمہیں یہ کہتا ہوں.....

گویا کہ اس سے آپ کا یہ مطلب نہیں۔ کہ چونکہ میں ہی شریعت موسوی کا نازل کنندہ ہوں۔ اس لئے میں (خدا) پہلی تعلیم کو بدلتا ہوں۔ اور اسکی جگہ یہ تعلیم دیتا ہوں۔ بلکہ آپ کا یہ مطلب ہے۔ کہ پہلے تو خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی معرفت تمہیں اور تعلیم دی تھی لیکن اب ضرورت زمانہ کے موافق خدا اسکو بدلتا ہے۔ اور میری معرفت یہ تعلیم تم کو دی جاتی ہے۔ اس لئے مبارک ہیں وہ جو کہ اس تعلیم پر عمل کریں۔

چنانچہ ہم پیوستہ سطور میں ثابت کریں گے۔ کہ حضرت مسیح کی تعلیم خدا کی ہی تعلیم تھی۔ اور آپ کچھ نہ کہتے تھے۔ جب تک خدا آپ کو نہ بلاتا۔

لیکن پادری صاحب کی جانے بلا۔ ان کو تو مطلوب تھا۔ حضرت مسیح کا مذکورۃ الصدر فقرے کہنا۔ چنانچہ جب ان کو یہ مل گئے۔ تو پادری صاحب غیر معمولی مسرت سے اچھل پڑے۔ اور آپ کی خوشی کا پارہ صفر سے ۱۱۰ تک چڑھ گیا۔ تو بس کیا ہونا تھا۔ اپنی نوک قلم کو ذرا سی جنبش کی تکلیف دی۔ تو کیا ہوا۔ حضرت مسیح خدا بن گئے۔

جناب پادری صاحب ایسی بودی اور لایعنی دلیل الوہیت مسیح کسی اپنے ہمعصر عقل کے سامنے پیش کریں۔ تو وہ سنکر واہ واہ بھی کر دیگا۔ لیکن آپ ہماری آنکھوں میں کیونکر خاک جھونک سکتے ہیں۔ خیر آپ اپنی منقولہ بالا فرسودہ دلیل کا جواب حضرت مسیح علیہ السلام کی ہی زبانی سنیئے۔ اور آگے کو کبھی ایسی بیہودہ دلیل کو بیان کرنے کی تکلیف گوارا نہ کرنا وگرنہ کوئی ایں خیال است و محال است جنوں کہہ کر ٹال دیگا۔

الجواب۔ چنانچہ اب ہم وہ تمام آیات درج ذیل کرتے ہیں: جن میں کہ حضرت مسیح علیہ السلام بالفاظ واضحہ اقرار کرتے ہیں۔ کہ میری تعلیم میری نہیں۔ بلکہ میرے باپ کی ہے۔ میں تو آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ جب خدا بلاتا ہے۔ تو بولتا ہوں۔ اور اسی کی تعلیم کو بیان کرتا ہوں۔ نہ کہ اپنی کو۔ اور میرا کلام بھی میرا نہیں بلکہ باپ کا ہی ہے۔ اور یہاں تک کہ میری گواہی بھی سچی نہیں۔

(۱) پادری صاحب کہتے ہیں۔ کہ "تمام احکام شریعت اور تعلیم کا مسیح ہی نافذ کنندہ تھا"۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کہتے ہیں۔ "یسوع نے ہیکل میں جا کے تعلیم دی۔ تب یہودی تعجب سے بولے۔ کہ اس مرد کو بغیر پڑھے کتابوں کا کیونکر علم ہوا۔ یسوع نے انہیں جواب میں کہا۔ کہ میری تعلیم میری نہیں۔ بلکہ اسکی ہے جس نے مجھے بھیجا۔ اگر کوئی اسکی مرضی پر چلنا چاہے تو وہ اس تعلیم کی بابت جان لیگا۔ کہ خدا کی طرف سے ہے۔ یا میں اپنی طرف سے کہتا ہوں"۔ یوحنا ۷/۱۴ تا ۱۹

پس معلوم ہوا۔ کہ پادری صاحب ہرگز خدا کی مرضی پر نہیں چلنا چاہتے۔ کیونکہ وہ خدا کی جگہ حضرت مسیح کو ہی ان کی تعلیم کا نافذ کنندہ قرار دیتے ہیں۔

(۲) میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ کہ اگر یہ کہا جائے۔ کہ یہ تعلیم فلاں نبی کی ہے۔ تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی۔ کہ وہ نبی اس تعلیم کا نافذ کنندہ ہے۔ بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ اس نبی کی معرفت خدا تعالیٰ نے لوگوں تک اپنی تعلیم پہنچائی۔ چنانچہ اب ہم اسکا ثبوت انجیل سے دیتے ہیں۔

انجیل یوحنا میں لکھا ہے۔ "یسوع نے جواب میں اس سے کہا۔ کہ اگر کوئی مجھ سے محبت رکھے۔ تو وہ میرے کلام پر عمل کرے گا"۔ اگر یہ مقام پادری صاحب کی نظر سے گذر جاتا۔ تو جھٹ کہہ اٹھتے۔ کہ دیکھا حضرت مسیح نے کہا۔ کہ جو میں تعلیم دیتا ہوں۔ یا کلام کرتا ہوں۔ وہ میرا ہے۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ آپ خدا ہیں۔ کیونکہ آپ اپنی تعلیم کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن نہیں۔ حضرت مسیح پادری صاحب کے اس زعم کے ازالہ کے لئے آگے ہی فرماتے ہیں۔ "جو مجھ سے محبت نہیں رکھتا۔ وہ میرے کلام پر عمل نہیں کرتا۔ اور جو کلام تم سنتے ہو۔ میرا نہیں بلکہ باپ کا ہے جس نے مجھے بھیجا"۔ یوحنا ۱۴/۲۲ تا ۲۴ گویا کہ صاف ظاہر ہے۔ کہ پہلے تو حضرت مسیح "کلام" کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔ (اسی طرح یوحنا ۱۴/۱۵ و ۳۸/۵ میں بھی) لیکن ساتھ ہی وہ اس شبہ کا بھی ازالہ کر دیتے ہیں۔ جو کہ پادری صاحب کو پیدا ہوا۔ یعنی فرماتے ہیں۔ کہ تمام کلام جو کہ تم نے سنا۔ باپ کا ہے۔ نہ کہ میرا۔ لیکن چونکہ میری معرفت باپ نے کلام کیا۔ اس لئے میں نے کہا۔ کہ "جو کوئی میرے کلام پر عمل کرتا ہے"۔ یعنی اس سے یہ مطلب نہیں۔ کہ میں خود اپنی تعلیم کا نافذ کنندہ ہوں۔ بلکہ اس لئے کہ باپ نے میری معرفت لوگوں تک اپنا کلام (یا بالفاظ دیگر "اپنی تعلیم") پہنچائی۔ اس لئے میں نے "میرا کلام" کے الفاظ استعمال کئے۔

لیکن اگر پادری صاحب اس تاویل کو قبول نہ کریں۔ تو حضرت مسیح کے کلام میں اختلاف تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ ایک جگہ تو حضرت مسیح کلام کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن معًا بعد اسکو خدا کی طرف منسوب کئے دیتے ہیں۔ پس یا تو ان دو متضاد آیتوں میں کوئی اور تطبیق دی جائے۔ اور اگر نہیں دے سکتے۔ تو ہماری بیان کردہ تطبیق کو تسلیم کر لیا جائے۔

چنانچہ بعینہٖ اسی طرح جیسے کہ ان آیات میں حضرت مسیح پہلے کلام کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی کہتے ہیں۔ کہ یہ تعلیم خدا کی ہے۔ میری نہیں۔ اسی طرح آیت متنازعہ فیہ یعنی "اگلوں سے یہ کہا گیا۔ لیکن میں تم کو یہ کہتا ہوں ..... الخ" میں بھی حضرت مسیح اپنی تعلیم کو پہلے اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن دوسری جگہ تصریح فرما دی۔ کہ "میری تعلیم میری نہیں۔ بلکہ باپ کی ہے جس نے مجھے بھیجا"۔ یوحنا ۷/۱۸۔ ہاں اگر یہ کہا جائے۔ کہ ان دونوں آیات میں تطبیق کیونکر ہوئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جس طرح کہ یوحنا ۱۴/۲۲ و ۲۴ میں ہم نے اوپر تطبیق کر کے دکھلائی ہے۔ وہی تطبیق ان آیات میں ہے۔

پس حضرت مسیح کے اس فیصلہ کے آگے "کہ میری تعلیم میری نہیں بلکہ باپ کی ہے"۔ پادری صاحب کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سر تسلیم خم کرکے یہ مان لینا چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح اپنی تعلیم کے نافذکنندہ نہ تھے۔ بلکہ خداوند باپ۔

(۳) یسوع نے ان سے کہا۔ میں تم کو سچ کہتا ہوں۔ کہ بیٹا آپ سے کچھ نہیں کرسکتا۔ سوا اس کے جو باپ کو کرتے دیکھے یوحنا ۵/۱۹۔ کیا یہی ہے یسوع کا خدا کے برابر اختیار جس پر کہ پادری صاحب اتراتے ہیں۔

(۴) میں آپ سے کچھ نہیں کرسکتا۔ جیسا سنتا ہوں۔ عدالت کرتا ہوں۔ ..... اگر میں خود اپنی گواہی دوں۔ تو میری گواہی سچی نہیں۔ ..... بلکہ باپ نے میری گواہی دی۔ تم باپ کے کلام کو اپنے دلوں میں قائم نہیں رکھتے۔ یوحنا ۵/۳۰ تا ۳۸۔

(۵) میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا۔ بلکہ جس طرح باپ نے مجھے سکھلایا۔ اسی طرح یہ باتیں کہتا ہوں۔ یوحنا ۵/۲۹

(۶) اگر کوئی میری باتیں سنکر ان پر عمل نہ کرے۔ تو میں اسکو مجرم نہیں ٹھہراتا۔ ..... جو مجھے نہیں مانتا۔ اور میری باتوں کو قبول نہیں کرتا۔ اس کا ایک مجرم ٹھہرانیوالا ہے۔ یعنی جو کلام میں نے کہا ہے۔ .. کیونکہ میں نے کچھ اپنی طرف سے نہیں کہا۔ بلکہ باپ جس نے مجھے بھیجا۔ اسی نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ کیا کہوں۔ اور کیا بولوں ..... پس جو کچھ میں کہتا ہوں۔ جس طرح باپ نے مجھے فرمایا۔ اسی طرح کہتا ہوں۔ یوحنا ۱۲/۴۹ تا ۵۰۔

(۷) یوحنا ۱۹/۹ تا ۱۲ سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح میں خدا باپ سب کچھ کرتا تھا۔ پس اب یہ فقرے بمطابق یوحنا ۱۴/۹ تا ۱۲ کہ "اگلوں سے یہ کہا گیا۔ لیکن میں تم کو کہتا ہوں"۔ حضرت مسیح کے نہیں۔ بلکہ خدا باپ کے ہیں۔ جو کہ آپ میں بولتا تھا۔

لیکن کسی کو یہ وہم نہ گزرے۔ کہ حضرت مسیح میں خدا ہونے سے آپ خدا بن گئے۔ کیونکہ اسی طرح آپ میں خدا کلام کرتا تھا۔ جس طرح حواریوں کے متعلق حضرت مسیح کہتے ہیں۔ "کیونکہ بولنے والے تم نہیں۔ بلکہ تمہارے باپ کی روح ہے۔ جو تم میں بولتی ہے"۔ متی ۱۰/۲۰۔

پس جس طرح کہ حواریوں میں خدائے باپ کی روح بولتی تھی۔ نہ کہ حواری خود۔ اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام میں بھی خدا کی روح ہی بولتی تھی۔ نتیجۃً "اگلوں سے کہا گیا ..... پر میں تمہیں یہ کہتا ہوں"۔ کے فقرے خدا کے ہیں۔ نہ کہ مسیح کے۔ کیونکہ آپ خود نہ بولتے تھے۔ مگر آپ میں خدا بولتا تھا۔

(۸) یسوع نے ان سے کہا۔ کہ میرا کھانا یہ ہے۔ کہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی کے موافق عمل کروں۔ اور اس کا کام پورا کروں۔ یوحنا ۴/۳۴۔

(۹) حضرت مسیح حواریوں کے متعلق کہتے ہیں۔ "اور انہوں نے تیرے کلام پر عمل کیا ہے۔ اب وہ جان گئے۔ جو کچھ تو نے مجھے دیا ہے۔ وہ سب تیری ہی طرف سے ہے۔ کیونکہ جو کلام تو نے مجھے پہنچایا۔ میں نے ان کو پہنچا دیا"۔ یوحنا ۱۷/۶، ۸۔

(۱۰) کیونکہ میں آپ سے نہیں آیا۔ بلکہ اسی نے مجھے بھیجا تم میری باتیں کیوں نہیں سمجھتے۔ اس لئے کہ میرا کلام سن نہیں سکتے۔ ..... اگر میں سچ بولتا ہوں۔ تو میرا یقین کرو۔ جو خدا سے ہوتا ہے۔ وہ خدا کی باتیں سنتا ہے۔ تم اس لئے نہیں سنتے۔ کہ تم خدا سے نہیں ہو۔ ۸/۳۸، ۴۷۔ ان آیات میں بھی پہلے حضرت مسیح کلام کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور بعد میں خدا کی طرف۔ جیسا کہ جلی الفاظ سے ظاہر ہے۔

(۱۱) لیکن جس نے مجھے بھیجا۔ وہ سچا ہے۔ اور جو میں نے اس سے سنا۔ وہی دنیا کو کہتا ہوں۔ یوحنا ۸/۲۷۔

(۱۲) لیکن اب میں (اے باپ) تیرے پاس آیا ہوں ..... میں نے تیرا کلام انہیں پہنچا دیا۔ تیرا کلام سچائی ہے یوحنا ۱۷/۱۳، ۱۴۔

(۱۳) اب سے میں تمہیں نوکر نہ کہوں گا۔ کیونکہ نوکر نہیں جانتا۔ کہ اس کا مالک کیا کرتا ہے۔ بلکہ تمہیں میں نے دوست کہا ہے۔ اس لئے کہ جو باتیں میں نے اپنے باپ سے سنیں۔ وہ سب تم کو بتا دیں۔ یوحنا ۱۵/۱۵۔

(۱۴) اور جس طرح سے باپ نے مجھے حکم دیا۔ میں ویسے ہی کرتا ہوں۔ اٹھو یہاں سے چلیں۔ یوحنا ۱۴/۳۱۔

ان آیات کے علاوہ مندرجہ ذیل آیات بھی ضرور ملاحظہ کریں۔ یوحنا ۹/۴، ۱۳/۱۰، ۶/۳۸، ۳/۳۲، ۱۷/۴، ۱۳/۲۰، ۱۷/۱۴، ۵/۳۶۔ متی ۲۶/۳۹، ۱۱/۲۷ وغیرہ۔

ان آیات واضحہ کو پڑھنے کے بعد کون عقل مند کہہ سکتا ہے۔ کہ حضرت مسیح خود تعلیم یا شریعت کے نافذکنندہ تھے۔ جب کہ حضرت مسیح تکرار فرماتے ہیں۔ کہ میری تعلیم میری نہیں۔ بلکہ باپ کی ہے۔ میں تو آپ سے کچھ نہیں کرسکتا۔ جیسے سنتا ہوں۔ لوگوں تک پہنچا دیتا ہوں۔

پس پادری صاحب کا یہ کہنا۔ کہ مسیح نے جو کچھ بھی اپنی تعلیم بیان کرتے وقت کہا۔ اسی اختیار سے کہا۔ جس طرح کہ خدائے باپ نے کوہ سینا پر حضرت موسیٰ کو احکام عشرہ دیتے وقت کہا۔ بالکل غلط بلکہ اغلط ٹھہرا۔ کیونکہ ثابت ہوگیا۔ کہ حضرت مسیح کی تعلیم ہی اپنی نافذکنندہ نہ تھی۔ بلکہ خدا کی طرف سے تھی۔ وہ تو آپ سے کچھ نہ کرسکتے تھے۔

ہاں اگر یہ کہا جائے۔ کہ شریعت موسوی بھی حضرت مسیح کی ہی نافذکنندہ تھی۔ جیسا کہ پادری صاحب نے کہا۔ تو یہ بھی بالکل غلط ہے۔ جب کہ حضرت مسیح اپنی شریعت یا اپنی تعلیم کے ہی نافذکنندہ نہیں تھے۔ تو کیونکر ممکن ہے۔ کہ آپ شریعت موسوی کے بھی نافذکنندہ ہوں۔ ہاں شریعت موسوی کا وہی نافذکنندہ تھا۔ جو کہ یسوع کی تعلیم کا دینے والا تھا۔ یعنی خدا باپ۔

نوٹ:۔ پادری صاحب کہتے ہیں۔ کہ یسوع کو خدائے باپ کے برابر اختیار تھا۔ اگر اسکی مکمل تردید مقصود ہے۔ تو فاروق جلد ۲۰ نمبر ۳ ص ۴ میں میرا مضمون بعنوان "کیا یسوع کے معجزے اختیاری اور اقتداری تھے" ضرور ملاحظہ ہوں۔ علاوہ بریں سلسلہ مضامین ہذا کی چوتھی پانچویں قسط بھی۔

(باقی آئندہ)

آنریبل چودھری سر ظفر اللہ خانصاحب کو مبارکباد

ملک معظم کی تاجپوشی کی تقریب پر چودھری صاحب ممدوح کو کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب دیا گیا ہے۔ اللہم زد فزد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصیتیں

ع۴۷۷۸۔ منکہ محمد عبداللہ مولوی فاضل ولد مہر دین مرحوم قوم آرائیں عمر ۲۳ سال تاریخ بیعت پیدائشی ساکن قادیان دارالامان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۰/۲/۳۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) زرعی زمین جو تقریباً ۴½ کنال ہے۔ جو تین بھائیوں میں مشترک ہے۔ اس کے ⅓ کا میں مالک ہوں۔

(۲) سکونتی مکان واقع محلہ آرائیاں قیمتی مبلغ -/۶۶۰ روپے کے بھی ⅓ کا مالک ہوں۔ میں غیر منقولہ جائیداد کے ⅓ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز اس کے علاوہ بھی اگر کوئی منقولہ جائیداد ثابت ہو۔ تو اسکی بھی ⅓ کی انجمن مذکور حقدار ہوگی۔

(۳) اس وقت میرے پاس مبلغ -/۸۴ روپے نقد موجود ہیں۔ اور آئندہ جو آمد مجھے ہو۔ اس کے ⅓ حصہ کی وصیت بحق انجمن مذکور کرتا ہوں۔

العبد:۔ محمد عبداللہ قادیانی مولوی فاضل۔ گواہ شد محمد ابراہیم قادیانی مولوی فاضل سابق مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان۔ گواہ شد:۔ سید سردار حسین شاہ افسر تعمیر قادیان۔

ع۴۷۷۵۔ منکہ شیر محمد ولد الٰہی بخش قوم کشمیری پیشہ تجارت عمر ۵۲ سال تاریخ بیعت غالباً ۱۹۱۰ء ساکن لاہور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۳۰/۱۲/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

اس وقت میری جائیداد ایک سکنی مکان اندرون موچی دروازہ نواں محلہ لاہور میں ہے۔ میں اس کا واحد مالک ہوں۔ اس مکان کی قیمت اندازاً چار ہزار روپیہ ہے۔ میں اس جائیداد میں سے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اس وقت میری آمد صرف دس روپے ماہوار ہے۔ جو مندرجہ بالا مکان کے نچلے حصہ کا کرایہ آرہا ہے۔ میں اس کرایہ مکان کا ⅓ حصہ صدر انجمن احمدیہ کو ادا کرتا رہوں گا۔ میں اس وقت کاروبار کچھ نہیں کر رہا۔ جس وقت کام شروع کرونگا۔ تو اس میں سے جو آمد ہوگی۔ اس کا دسواں حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو باقاعدہ ادا کرتا رہوں گا۔ جیسے پہلے بھی آمد ہونے کی صورت میں کرتا رہا ہوں۔

العبد:۔ شیر محمد بقلم خود۔ گواہ شد:۔ عزیز احمد صراف اندرون موچی دروازہ چوک نواب صاحب لاہور گواہ شد:۔ احمد الدین ولد مستری حسن الدین حلقہ دار موچی دروازہ لاہور۔

ع۴۷۸۲۔ منکہ عبدالحق ولد میاں ناصر الدین قوم راجپوت پیشہ زرگری عمر ۲۸ سال تاریخ بیعت ۲۶/۱۲/۲۴ ساکن چک ع۴۳۴ گ۔ ب۔ ڈاک خانہ چک ع۲۳ گ۔ ب ضلع لائل پور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۰/۱۱/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

میری جائیداد اس وقت ایک صد پچاس روپے ہے۔ اور میرا گزارہ مزدوری پر ہے۔ جس کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ کہ ماہوار کتنی ہوتی ہے۔ اس کے ⅓ حصہ کو داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے وقت میری جس قدر جائیداد ثابت ہو۔ اس کے ⅓ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ جو اس وقت موجودہ جائیداد ایک صد پچاس روپے ہے۔ اس کے ⅓ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائیگی۔

العبد:۔ عبدالحق بقلم خود۔ گواہ شد:۔ غلام محمد سکرٹری امور عامہ سیدوالہ ضلع شیخوپور۔ گواہ شد:۔ عبدالرحمن بقلم خود سکرٹری تعلیم وتربیت پنڈی چری ضلع شیخوپور۔ گواہ شد:۔ فضل حق برادر عبدالحق۔

ع۴۷۸۱۔ منکہ محمد عبداللہ خاں ولد چودھری علی گوہر صاحب مرحوم قوم جٹ پیشہ کاشتکاری عمر ۵۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۸ء ساکن چک ع۳۳۲ ج۔ ب ڈاکخانہ خاص تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۱/۱۲/۳۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

میری اس وقت حسب ذیل جائیداد ہے:۔

ع½ ۱۲ گھماؤں ۷ کنال اراضی نہری واقع چک ع۳۳۲ ج۔ ب ضلع لائل پور قیمتی قریباً چار ہزار روپیہ کا بلاشرکت احدے مالک ہوں۔

ع۲۔ ایک مکان خام بمع احاطہ ½ ۸ مرلے قیمت اندازاً ۶۰۰/- واقع چک ع۳۳۲ ج۔ ب ضلع لائل پور کا بلاشرکت غیر مالک ہوں۔

ع۳۔ ایک احاطہ ۹ مرلے قیمتی -/۶۳/- روپے واقع چک ع۳۳۲ ج۔ ب۔ ضلع لائل پور کا بھی بلاشرکت غیر مالک ہوں۔

ع۴۔ ۴ گھماؤں اراضی قیمتی -/۸۰۰/- روپیہ واقع دھنی دیو تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ میں سے چوتھے حصہ کا مالک ہوں۔

ع۵۔ ½ ۲ گھماؤں اراضی قیمتی -/۵۰۰/- روپیہ واقع دھنی دیو تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ میں سے چوتھے حصہ کا مالک ہوں۔ یہ اراضی ہمارے پاس -/۵۰۰/- روپے میں رہن ہے۔ جس میں میرا چوتھا حصہ مبلغ -/۱۲۵/- روپے ہے۔

مذکورہ بالا تمام جائیداد کے ⅓ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور کرتا ہوں۔ اگر میری وفات پر کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ⅓ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ نیز میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں۔ کہ اگر مجھے اس کے علاوہ کوئی آمد ہوئی۔ تو اس کے ⅓ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ میں داخل کرانے کا بصدق دل اقرار کرتا ہوں۔

العبد:۔ چودھری محمد عبداللہ خاں نشان انگوٹھا ساکن چک ع۳۳۲ ج۔ ب لائل پور۔ گواہ شد:۔ تاج الدین لائل پوری مولوی فاضل قادیان۔ گواہ شد:۔ عبدالرحمن

(الفضل میں اعلان کیا گیا ہے کہ مولوی عطاء اللہ خاں مولوی فاضل پرنٹر کے حصہ کی اشاعت فاروق میں شائع کی جائے۔ منزل قادیان سے شائع کیا گیا)